Category Y
AL-HAYAT Research Journal
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

حجیت حدیث: روایت پسندی اور تجدد پسندی کے مابین ایک تقابلی مطالعہ

The Authority of Hadith: A Comparative Study of Traditionalist and Modernist Perspectives

Muhammad Mubeen Mughal
MPhil Scholar, Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad, Mughalgraphics05@gmail.com

Abstract

This study explores the authority of Hadith as a foundational source of Islamic law and guidance, second only to the Qur'an, by examining the contrasting perspectives of traditionalist and modernist scholars. Traditionalist scholars uphold Hadith as a divinely inspired, indispensable source for interpreting the Qur'an and formulating Islamic law, emphasizing the classical sciences of isnād (chain of transmission) and matn (content analysis) as safeguards of authenticity. In contrast, modernist thinkers, influenced by rationalism, historicism, and Western intellectual currents, challenge the absolute authority of Hadith, arguing for its contextual, selective, or symbolic application in light of reason and changing circumstances. Through a comparative analysis, the paper highlights the epistemological foundations, methodological approaches, and practical implications of both positions. The findings reveal that while the traditionalist stance ensures continuity and preservation of Islamic legal and ethical frameworks, the modernist critique seeks to reconcile faith with modern intellectual trends, often at the risk of fragmenting consensus. This study underscores the enduring significance of the debate on Hadith authority for contemporary Islamic thought and its implications for jurisprudence, theology, and the lived experience of Muslims.

Keywords: Hadith, Authority, Traditionalist Scholars, Modernist Scholars, Islamic Law, Qur'an, Comparative Study

تمہید

اسلامی شریعت کی اساس دو بنیادی مصادر پر قائم ہے: قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ۔ قرآن، وحیِ متلو کے طور پر دین کا بنیادی ماخذ ہے، جبکہ سنت و حدیث، وحیِ غیر متلو کی حیثیت سے قرآن کے اجمال کی تفصیل اور عملی تشریح فراہم کرتی ہے۔ امت مسلمہ کا یہ اجماعی موقف رہا ہے کہ حدیث قرآن کے بعد شریعت کا دوسرا قطعی اور دائمی ماخذ ہے، جس کے بغیر نہ صرف قرآن کے کئی احکام ناقابلِ فہم رہ جاتے ہیں بلکہ اسلام کا عملی نظام بھی ادھورا ہو جاتا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جیسے بنیادی ارکان کی تفصیلات صرف سنتِ نبوی ﷺ کے ذریعے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ تاہم اسلامی تاریخ میں ایسے ادوار بھی گزرے ہیں جن میں حدیث کی حجیت کو محدود یا مشروط کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ ابتدائی صدیوں میں معتزلہ اور خوارج جیسے فرقوں نے اس بحث کو جنم دیا، جبکہ برصغیر میں سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز جیسے مفکرین نے جدید افکار کی روشنی میں حدیث کے مقام پر نظرثانی کی کوشش کی۔

دوسری جانب روایت پسند علماء اور محققین نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ سنتِ نبوی ﷺ دین کا لازمی جزو ہے اور اس سے انکار یا اس کی حجیت کو چیلنج کرنا دراصل شریعت کے ایک بڑے حصے سے انکار کے مترادف ہے۔ انہوں نے علمِ مصطلح الحدیث اور اصولِ جرح و تعدیل جیسے مضبوط علمی طریقہ کار کے ذریعے حدیث کی صحت اور سند کو جانچنے کا ایسا مربوط نظام وضع کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی اور علمی ورثے میں نہیں ملتی۔ اس کے برعکس تجدد پسند فکر عقل، تاریخیت اور جدید تقاضوں کو بنیاد بنا کر حدیث کو محض اخلاقی مثال یا تاریخی ریکارڈ قرار دیتی ہے۔ یہی فکری کشمکش آج کے علمی اور فکری ماحول میں نہایت اہمیت اختیار کر چکی ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف اسلامی قانون اور عقائد کی تعبیر متاثر ہوتی ہے بلکہ نوجوان نسل کے اذہان میں دین کے بنیادی مصادر پر اعتماد بھی متزلزل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں مکاتبِ فکر کے افکار کا تقابلی جائزہ وقت کی ایک اہم علمی ضرورت ہے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو براہِ راست اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ سنت اور حدیث دراصل وحی ہی کی ایک صورت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (النجم:3-4)

یعنی نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، وہ صرف وحی کے مطابق بولتے ہیں۔

مفسرینِ کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کے اقوال و افعال بھی وحی کے تحت ہیں، اگرچہ وہ وحیِ متلو نہیں بلکہ وحیِ غیر متلو ہے۔ امام ابنِ قیمؒ لکھتے ہیں کہ "وحی دو قسم

CC BY

کی ہے: ایک وہ جو تلاوت کی جاتی ہے (قرآن)، اور دوسری وہ جو تلاوت نہیں کی جاتی (سنت)، مگر دونوں کا ماخذ وحی ہی ہے۔" (زاد المعاد، ج 1، ص 32)۔

اسی طرح امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ سنت، قرآن کے احکام کو مکمل کرنے والی ہے، اس کے بغیر دین ادھورا رہ جاتا ہے۔ اس قرآنی استدلال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدیث کو محض تاریخی یا اخلاقی حوالہ سمجھنا قرآن کی روح کے منافی ہے۔

موضوع کا تعارف

اسلامی شریعت کی اساس قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ پر قائم ہے۔ سنت، جو کہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور سیرت پر مشتمل ہے، حدیث کی صورت میں محفوظ کی گئی ہے۔ یہی حدیث اسلامی قانون، اخلاق، عقائد اور عبادات کی عملی شکل کو واضح کرتی ہے، اور قرآن مجید کی تشریح کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اسلامی تاریخ کے آغاز ہی سے علماء کرام نے حدیث کی حفاظت، جمع و تدوین، صحت و ضعف، اور اس کی حجیت پر گہرے علمی مباحث قائم کیے۔ حدیث کو حجت تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال دینی لحاظ سے اسی طرح قابل عمل ہیں جیسے قرآن مجید کے احکام۔ چنانچہ اہلِ سنت کا متفقہ موقف رہا ہے کہ حدیث، شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔

تاہم، جدید دور میں جب عقلیت، تاریخیت، اور سائنسی تنقید جیسے مغربی افکار اسلامی دنیا میں داخل ہوئے، تو بعض تجدد پسند مفکرین نے حدیث کی مطلق حجیت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ ان کے نزدیک تمام احادیث یکساں درجہ حجیت نہیں رکھتیں، بلکہ انہیں عقل، حالاتِ زمانہ اور تاریخی سیاق و سباق کی روشنی میں پرکھا جانا چاہیے۔ اس تناظر میں روایت پسند علماء اور تجدد پسند مفکرین کے درمیان ایک فکری کشمکش جنم لیتی ہے، جو صرف نظری نہیں بلکہ عملی، فقہی اور اعتقادی سطح پر بھی اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اسی علمی و فکری تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ مقالہ اس بات کا تقابلی جائزہ پیش کرے گا کہ دونوں مکاتبِ فکر حدیث کی حجیت کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں، ان کے دلائل کیا ہیں، اور امتِ مسلمہ کی دینی روش پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ حدیث کی حفاظت اور تدوین کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ خود صحابہ کرامؓ حدیث کو یاد بھی کرتے اور لکھتے بھی تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے نبی ﷺ کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لیے ایک مجموعہ مرتب کیا، جسے "الصحیفۃ الصادقۃ" کہا جاتا ہے۔ بعد ازاں تابعین و تبع تابعین نے اس روایت کو آگے بڑھایا، حتیٰ کہ دوسری صدی ہجری میں امام مالکؒ نے "الموطأ" کے نام سے پہلی باقاعدہ فقہی ترتیب پر مشتمل حدیثی تصنیف تیار کی۔ اس کے بعد امام بخاریؒ (194–256ھ) نے نہ صرف صحیح احادیث کو جمع کیا بلکہ تدوینِ حدیث کے اصول بھی قائم کیے جنہیں آج علمِ مصطلح الحدیث کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حدیث کی صحت جانچنے کے لیے اسماء الرجال، جرح و تعدیل، اتصالِ سند، ضبطِ رواۃ، اور متن کے معیار جیسے سائنسی اصول وضع کیے گئے جن کی مثال کسی اور مذہبی روایت میں نہیں ملتی۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"اسلام میں روایت کی تحقیق کے جو اصول مرتب ہوئے، وہ انسانی تاریخ کا سب سے دقیق تنقیدی نظام ہیں۔ [1]

اسی طرح معاصر مستشرق عالم Ignaz Goldziher نے بھی اپنی معروف تصنیف "Muslim Studies" میں اعتراف کیا کہ مسلم محدثین نے روایت کے تجزیے کے جو اصول وضع کیے، وہ کسی بھی قدیم تہذیب میں علمی تحقیق کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ [2]

یہ تمام حقائق اس بات کا ثبوت ہیں کہ حدیث کی تدوین محض روایتی عمل نہیں بلکہ ایک منظم، تنقیدی اور سائنسی مرحلہ تھا جسے امت نے غیر معمولی احتیاط کے ساتھ انجام دیا۔

موضوع کی اہمیت و ضرورت

اسلامی تعلیمات کی بنیاد دو اہم اور بنیادی مصادر پر قائم ہے قرآنِ مجید **اور** سنتِ نبوی ﷺ جہاں قرآن مجید وحیِ متلو کی حیثیت رکھتا ہے، وہیں حدیثِ نبوی ﷺ وحیِ غیر متلو کے طور پر دینِ اسلام کی تشریح و توضیح کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے احکام اجمالی انداز میں بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل اور عملی شکل نبی کریم ﷺ کے ارشادات و افعال سے واضح ہوتی ہے۔ اس لیے حدیث کی حیثیت قرآن کے بعد دوسرے بنیادی ماخذ شریعت کی ہے۔ دورِ جدید میں جہاں علوم و فنون کی نئی شاخیں وجود میں آئی ہیں، وہیں مذہبی افکار میں بھی کئی قسم کی فکری تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ان میں خاص طور پر حدیث کی حیثیت پر سوالات اٹھائے گئے۔ تجدد پسند مفکرین نے حدیث کی حجیت، تاریخی حیثیت اور دائرہ کار کو محدود کرنے کی کوشش کی، جب کہ روایت پسند علماء نے اس کے خلاف واضح اور مضبوط علمی دلائل کے ساتھ موقف اپنایا۔ یہ اختلاف محض نظری نہیں بلکہ اس کے عملی اثرات فرد، معاشرہ اور امتِ مسلمہ کی مجموعی دینی فکر پر مرتب ہو رہے ہیں۔

آج کے علمی، فقہی اور فکری ماحول میں اس بحث کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ گئی ہے کہ نوجوان نسل جدید تعلیمات سے متاثر ہو کر دین کے روایتی مصادر پر سوالات اٹھا رہی ہے۔ سوشل میڈیا، تعلیمی اداروں، اور علمی حلقوں میں حدیث کی حیثیت پر جاری مباحثہ نئی نسل کے اذہان میں الجھن پیدا کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں لازم ہے کہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں مکاتبِ فکر کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے تاکہ قاری ایک جامع فکری فریم ورک میں یہ سمجھ سکے کہ حدیث کی دینی و تشریعی حیثیت کیا ہے، اسے کیسے پرکھا گیا، اور کس انداز سے رد یا قبول کیا جاتا رہا ہے۔ یہ مطالعہ امت کو فکری توازن، علمی بیداری اور دینی شعور کی سمت گامزن کرنے میں ایک مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

جدید دور میں جب مغربی فلسفہ، سائنسی مادیت، اور تاریخی تنقید (Historical Criticism) کا غلبہ ہوا تو اسلامی مصادرِ علم، خصوصاً حدیث، کو بھی اسی معیار پر پرکھنے کی کوشش کی گئی۔ مستشرقین جیسے Ignaz Goldziher (1850–1921)، Joseph Schacht (1902–1969) اور Patricia Crone (1945–2015) نے اپنی تحقیقات میں یہ نظریہ پیش کیا کہ بیشتر احادیث دراصل نبی کریم ﷺ کے بعد کی صدیوں میں وضع کی گئیں تاکہ فقہی یا سیاسی نظریات کو تقویت دی

OPEN ACCESS
CC BY

جاسکے۔[3]

ان نظریات نے برصغیر اور عرب دنیا میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کیا، اور نتیجتاً غلام احمد پرویز، سرسید احمد خان، اور ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے مفکرین نے حدیث کی مطلق حجیت کو چیلنج کرتے ہوئے "قرآن کو واحد معیارِ حق" قرار دینے کی کوشش کی۔ تاہم ان کا یہ موقف خود علمی تضاد کا شکار ہے، کیونکہ اگر قرآن کی صحت کا علم بھی انہی راویوں کے ذریعے ممکن ہوا ہے جن کے ذریعے حدیث ہم تک پہنچی، تو حدیث کی روایت پر عدم اعتماد کا مطلب قرآن کی روایت پر بھی سوال اٹھانا ہے۔

معروف محقق ڈاکٹر **مصطفی السباعی** لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے حدیث کی روایت پر اعتراض کیا، وہ اس حقیقت کو نظرانداز کر گئے کہ قرآن کی روایت بھی انہی حفاظ و رواۃ کے ذریعے منتقل ہوئی جنہوں نے حدیث کو محفوظ کیا۔"[4]

اس طرح جدید منکرینِ حدیث کا بیانیہ نہ صرف علمی طور پر کمزور ہے بلکہ منطقی تضاد سے بھی خالی نہیں۔ روایت پسند مکتبِ فکر کے نزدیک یہ طرزِ فکر دراصل مغربی استشراق کے فکری اثرات کا تسلسل ہے جس کا مقصد اسلامی شریعت کے مصادر پر اعتماد کو کمزور کرنا ہے۔

اہل اسلام کا عقیدہ

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام امت محمدیہ کے علماء و صلحاء اور عوام و خواص سب کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ان شاءاللہ قیامت تک رہے گا، کہ حضور پر نور ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب نبوت و رسالت ہے، آپ ﷺ کا وجود باجود تمام عالم کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ کی حدیث اور سنت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہے، آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اتباع کیمیائے سعادت اور کلید جنت ہے آپ ﷺ کا عشق اور آپ ﷺ کی محبت آخرت میں موجب شفاعت اور جنت میں باعث معیت و مرافقت ہے۔ (5)

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ-وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا۔ (6)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

منکرین حدیث کا عقیدہ

منکرین حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، رسول ﷺ کی حیثیت محض ایک قاصد اور ڈاکیہ کی سی ہے اللہ کا پیغام پہنچادینے کی بعد نبی کو لوگوں سے کچھ کہنے سننے کا حق باقی نہیں رہتا خدائے تعالیٰ کا پیغام پہنچادینے کے بعد نبی کی حیثیت عام انسان کی سی ہو

جاتی ہے گویا نبی اور امتی سب برابر ہو جاتے ہیں کفار ہمیشہ سے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام سے یہی کہتے آئے۔

قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (7)

(کفار نے انبیاء کرام سے یہ کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے آدمی یعنی ہم کیوں تمہاری سنیں اور کیوں تمہاری اطاعت کریں)۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ منصب نبوت و رسالت کے اعتبار سے نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں بلکہ نبی مسلمانوں کا امیر جماعت اور ناظم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت ہے جیسے ہر زمانہ میں امیر کی اطاعت واجب ہوتی ہے اسی طرح نبی بھی اپنے زمانہ کا امیر اور حاکم ہوتا ہے اسی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب اور لازم ہوتی ہے باقی نبی ہونے کی حیثیت سے نبی کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں۔ صرف اللہ کا حکم واجب العمل ہے۔ (8)

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ (9)

سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں۔ غیر اللہ کے حکم کو ماننا شرک ہے۔ کیا ان مدعیان قرآن کے قرآن میں یہ آیت نہیں؟

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ۔ (10)

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

منکرین حدیث سے ایک سوال

منکرین حدیث یہ بتلائیں کہ جب نبی کا قول حجت نہیں تو نبی کا یہ قول کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے کیسے حجت ہوا۔ قرآن کا کلام اللہ ہونا بھی تو نبی ہی کے قول سے معلوم ہوا جو ایک شخص کی خبر ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور ظن حجت نہیں۔ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نبی ہی کے بتلانے سے تو معلوم ہوئی۔

نیز قرآن کریم کے کاتب اور راوی بھی وہی حضرات صحابہ و تابعین ہیں جو حدیث نبوی کے کاتب اور راوی ہیں۔ جو آپ کے نزدیک حجت نہیں اور جو شکوک اور شبہات احادیث کی روایت میں پیش کے جارہے ہیں۔ وہ شکوک اور شبہات قرآن کریم کی روایت اور سند میں بھی جاری ہو سکتے ہیں تو کیا قرآن کی حجیت سے بھی دست بردار ہونے کا ارادہ ہے؟

روایت پسند علماء کا نظریہ حجیت حدیث

OPEN ACCESS
CC BY

روایت پسند علماء کی رائے میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور سیرت پر مشتمل وہ مستقل ماخذ شریعت ہے جو قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر اور قابل عمل حیثیت رکھتا ہے۔ان کے مطابق حدیث نہ صرف قرآن کی تفسیر کرتی ہے بلکہ قرآن کے مجمل احکام کو تفصیل سے واضح کرتی ہے۔امت کے اجماع سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی اساس قرآن وسنت پر قائم ہے، اور حدیث کا انکار دراصل شریعت کے ایک بڑے حصے سے انکار کے مترادف ہے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت وحدیث دراصل وحیِ غیر متلو کی عملی شکل ہے، جس کے بغیر قرآن کے کئی احکام ناقابل فہم رہ جاتے ہیں۔امام ابو حنیفہؒ (80–150ھ) کے نزدیک سنت وہ تشریعی اتھارٹی ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر دین کی بنیاد بناتی ہے۔ان کے شاگرد امام محمدؒ الآثار میں نقل کرتے ہیں:

"اگر سنت نہ ہوتی تو ہم قرآن کے بہت سے احکام کی تفصیل نہ جان پاتے۔"[11]

امام مالکؒ (93–179ھ) فرماتے ہیں:

"سنت قرآن کی طرح وحی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شریعت کی تفصیل کے لیے بھیجا ہے، نہ کہ صرف تلاوت کے لیے۔"

)مالک بن انس، الموطأ، تحقیق بشار عواد معروف، بیروت: دار الغرب الاسلامی، 2015، ج1، ص56)۔

اسی طرح امام شافعیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الرسالہ میں سنت کو قرآن کی تفسیر اور اس کی تشریح کا لازمی ذریعہ قرار دیا۔وہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا، لہٰذا جب سنت سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ قرآن کی طرح واجب العمل ہوتی ہے۔"[12]

امام احمد بن حنبلؒ (164–241ھ) کے نزدیک سنت پر ایمان لانا ایمانِ کامل کی شرط ہے۔انہوں نے فرمایا:

"جو شخص حدیث کو رد کرے، وہ سنت کو رد کرتا ہے، اور جو سنت کو رد کرے، وہ رسول ﷺ کو رد کرتا ہے۔"[13]

یہ تمام ائمہ اس نکتے پر متفق ہیں کہ سنت وحیِ غیر متلو ہے، اور قرآن کے ساتھ مل کر شریعت کی تکمیل کرتی ہے۔یہی موقف بعد کے محدثین، فقہاء، اور اصولیین کے ہاں متفق علیہ رہا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف

امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا قطعی ماخذ قرار دیا اور اس کی حجیت کو قرآن ہی سے ثابت کیا۔ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قرآن کے متعدد مقامات پر واجب قرار دی گئی ہے، لہٰذا جب کوئی صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہ شریعت کے درجے میں ہوتی ہے۔

امام شافعی لکھتے ہیں:

لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔(14)

امام بخاری رحمہ اللہ کا نقطہ نظر

امام بخاری نے اپنی معروف کتاب الجامع الصحیح (صحیح بخاری) میں صرف ان احادیث کو شامل کیا جن کی صحت پر انہیں مکمل اطمینان تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شریعت کے ماخذ کے طور پر حدیث کی حیثیت ناگزیر تھی، اور وہ اس کے صحیح ہونے کو شرطِ اساسی قرار دیتے تھے۔

انہوں نے فرمایا:

میں نے صرف ان احادیث کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے جن کی صحت میں مجھے کوئی شک نہیں۔(15)

امام طحاوی رحمہ اللہ کا موقف

امام طحاوی حدیث کی حجیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قبول کرتے ہیں، کیونکہ وہ وحی ہے، جس طرح قرآن وحی ہے۔(16)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی وضاحت

امام بیہقی حدیث کو قرآن کے بعد دینی ہدایت کا لازمی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔وہ اپنی مشہور کتاب "المدخل" میں لکھتے ہیں:

اگر سنت نہ ہو تو بہت سے قرآنی احکام کی وضاحت ممکن نہ ہو، جیسے نماز، زکوۃ، روزہ وغیرہ کی تفصیلات صرف سنت سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔(17)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی رائے

مولانا مودودی نے حدیث کی آئینی اور دینی حیثیت پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔وہ لکھتے ہیں:

اگر ہم سنت کو حجت نہ مانیں تو نہ صرف دین کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا بلکہ اسلام کا عملی نظام بھی ناقابل فہم ہو جائے گا۔(18)

OPEN ACCESS
CC BY

تجدد پسند علماء کا نظریہ حجیتِ حدیث

جدید دور میں بعض اسلامی مفکرین نے حدیث کی مطلق حجیت کو چیلنج کرتے ہوئے اس پر عقلی و تاریخی تنقید کی بنیاد رکھی۔ان مفکرین کے نزدیک حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن سے متصادم نہ ہو، عقلِ عامہ کے مطابق ہو، اور اس کے تاریخی سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے۔ یہ فکر دراصل مغرب کے فکری اثرات، استشراقی تحقیقات اور سائنسی عقلیت سے متاثر ہو کر پروان چڑھی۔ سر سید احمد خان (1817–1898) نے برصغیر کے نوآبادیاتی ماحول میں جب مغربی عقلیت، سائنسی مادیت، اور عیسائی مناظرات کا سامنا کیا تو انہوں نے اسلامی فکر کی تعبیرِ نو کی کوشش کی۔ان کی تفسیر "تفسیر القرآن و ھو الھدی و الفرقان" میں واضح طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ وحیِ الٰہی کو صرف فطری قوانین (Natural Laws) کی حد تک محدود سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک "حدیث" دینی ماخذ نہیں بلکہ تاریخی اور ثقافتی سیاق رکھتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حدیث کو دین کا لازمی حصہ نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ اس میں انسانی یادداشت، حالاتِ زمانہ، اور روایت کے فرق سے تغیر آ سکتا ہے۔"[19]

یہ طرزِ فکر دراصل مغربی تنقیدی طریقِ استدلال (Critical Rationalism) سے متاثر تھا جس کے تحت مذہبی نصوص کو "Reason" کے ترازو پر پرکھا جاتا تھا۔ غلام احمد پرویز (1903–1985) نے اس فکر کو مزید شدت کے ساتھ آگے بڑھایا۔ان کے نزدیک نبی ﷺ کی اطاعت کا مطلب صرف "قرآن کے قانون" کی اطاعت ہے، نہ کہ احادیث کی۔ وہ اپنی کتاب مفہوم القرآن میں لکھتے ہیں:

"قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس کے لیے کسی خارج سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ حدیث اگر قرآن کے مطابق ہو تو وہ قابلِ لحاظ ہے، ورنہ نہیں۔"[20]

تاہم پرویز کے نزدیک حدیث کے ردّ کا یہ تصور علمی لحاظ سے متناقض ہے، کیونکہ قرآن کی روایت بھی انہی صحابہ کے ذریعے منقول ہے جنہوں نے حدیث روایت کی۔ چنانچہ اس کا انکار دراصل سندِ قرآن پر بھی عدمِ اعتماد کے مترادف ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اس فکر پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پرویز کا موقف اس حقیقت سے صرفِ نظر کرتا ہے کہ قرآن اور سنت کی حفاظت ایک ہی تاریخی عمل کا نتیجہ ہے، دونوں کو جدا کر دینا دین کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔"[21]

اس طرح سرسید اور پرویز کا فکری ارتقاء محض دینی تعبیر نہیں بلکہ مغربی فلسفہ، نوآبادیاتی ذہنیت اور عقلیتِ محض کے زیرِ اثر پیدا ہونے والی ایک فکری تحریک ہے جس نے وحی کو تجربے اور عقل کی قید میں محدود کر دیا۔

انکار حدیث کے فتنہ کی ابتداء

اسلامی تاریخ میں حدیث وسنت کے ایک قابل قدر حصہ کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے کا فتنہ سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں صراط مستقیم سے منحرف فرقہ خوارج ومعتزلہ وغیرہ نے اٹھایا، یہ گم کردہ راہ فرقے قرآن اور اسلام کے حوالہ سے اپنی خود تراشیدہ جن باتوں کو بحیثیت دین رواج دینے کے درپے تھے چونکہ حدیث رسول کو دین کا ماخذ مانتے ہوئے یہ ممکن نہیں تھا، اس لیے انھوں نے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ایک بڑے حصے کی حجیت کا انکار کر دیا، مگر یہ فتنہ تادیر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکا۔ تیسری صدی کے گذرنے کے ساتھ یہ فتنہ بھی گم نامی کی قبر میں دفن ہو گیا، پھر صدیوں تک اسلامی دنیا میں حجیت حدیث کے انکار کی مدہم سی مدہم آواز بھی سنی نہیں گئی، یہاں تک کہ تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں تاریخ نے اپنے آپ کو پھر دہرایا اور غلام ہندوستان سے سرسید احمد خاں اور ان کے فکری رفقاء مولوی چراغ علی، مولوی امیر علی شیعی وغیرہ نے موت کی نیند سوئے فتنہ کو پھر سے جگا دیا۔

سرسید احمد خان برصغیر میں تجدد پسند فکر کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے حدیث کو دین کا مستقل ماخذ ماننے سے انکار کیا اور قرآن کو واحد معیارِ حق قرار دیا۔

غلام احمد پرویز کا نظریہ

غلام احمد پرویز نے حدیث کی حجیت کو کلی طور پر چیلنج کیا۔ ان کے نزدیک صرف قرآن قطعی ماخذ ہدایت ہے، اور احادیث چونکہ ظنی الثبوت ہیں، اس لیے انہیں عقائد یا احکام شرعیہ میں بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ وہ لکھتے ہیں:

"حدیث کو دین کا مستقل ماخذ سمجھنا قرآن کی خود کفالت پر عدم اعتماد کے مترادف ہے۔"

پرویز اینڈ کمپنی چونکہ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہیں' لہٰذا عوام الناس کے ذہنوں میں یہ ایک عام تاثر پیدا ہوتا ہے کہ پرویز صرف منکرِ حدیث ہے اور وہ قرآنی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہے۔ لہٰذا ہم یہ صراحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پرویز جس طرح منکرِ حدیث ہے' اسی طرح وہ منکرِ قرآن بھی ہے' کیونکہ اس نے قرآنی آیات کے متعین اور متوارث معانی و مفاہیم کو بدل کر ان کو اپنا وضع کردہ لباس پہنایا ہے' اس کے نزدیک کلمہ' نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' قربانی وغیرہ کے وہ معنی نہیں ہیں جو کہ مسلمانوں میں عہد نبوی سے لے کر تا حال مشہور و متعارف ہیں' بلکہ اصل معانی وہ ہیں جو تیرہ سو برس بعد صرف غلام احمد پرویز کو سمجھنا نصیب ہوئے ہیں اور جن سے آج تک پوری امت مسلمہ بے گانہ اور بے خبر رہی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

پرویز کلمہ طیبہ کے معنی کیا کرتا ہے۔

لاالہ الااللہ قانون صرف خدا کا ہے کسی اور کا نہیں۔ محمد رسول اللہ محمد کی پوزیشن اتنی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے اسے بھی یہ کوئی حق نہیں کہ وہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ [22] (نعوذ باللہ)

دیکھیں کہ پرویز نے الٰہ کا مشہور ترجمہ: ''معبود'' کو چھوڑ کر اس کا ترجمہ قانون سے کیا۔ گویا عبادت کے لائق کسی ہستی کا وجود ہی نہیں' ہاں خدا کے نام سے کوئی ہستی ہے تو یہ صرف وہ ہے جس کا قانون ماننا چاہئے اور اس کی عبادت کا کوئی ذکر نہیں۔

محمد رسول اللہ کے معنی میں رسول اللہ ﷺ کو صرف مبلغ یعنی پہنچانے والا بتایا گیا ہے اور آپ ﷺ کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے اس کی تشریح و توضیح کریں یہ صراحۃً انکارِ حدیث ہے۔

روایت پسند اور تجدد پسند آراء کا تقابلی جائزہ

اسلامی شریعت کے مصادر کی بحث میں "حدیث کی حجیت" ایک ایسا نکتہ ہے جس پر صدیوں سے امتِ مسلمہ کے علماء کا اجماع رہا ہے۔ تاہم جدید دور میں بعض مفکرین نے اس اجماعی موقف کو چیلنج کیا اور حدیث کی حیثیت پر نظرِ ثانی کی دعوت دی۔ چنانچہ روایت پسند اور تجدد پسند مکاتبِ فکر کے مابین واضح فکری تفریق سامنے آتی ہے۔ ان دونوں نقطہ نظر کا تقابلی مطالعہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ماخذ شریعت کی تعیین

روایت پسند علماء کے نزدیک حدیث دین کا دوسرا قطعی ماخذ ہے، جسے قرآن کے بعد براہِ راست وحی کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی سنت واجب الاتباع ہے اور اس سے انکار درحقیقت قرآن کی بھی خلاف ورزی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ [23]

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

بغیر احادیث اور اقوال صحابہ کے نہ نماز، نہ زورہ، نہ حج، نہ زکوۃ، نہ خلع نہ طلاق، اور نہ جہاد و قتال اور نہ اعداء اللہ سے صلح و جنگ کسی شئ کی بھی حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات اور سیاست مکیہ اور مدنیہ سب ہی کا ذکر ہے لیکن کیا ان تمام امور کو بغیر احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کے سمجھا جا سکتا ہے؟

رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ہاتھوں سے قیصر و کسریٰ کے خزائن تقسیم کرائے تاکہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کو

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ [24]

کی تفسیر معلوم ہو۔

پس جس طرح نبی ﷺ کے اقوال و افعال قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ اسی طرح درجہ ثانیہ میں حضرات صحابہ کے اقوال و افعال بھی قرآن کریم اور حدیث نبوی کی تفسیر اور شرح ہیں۔ بغیر ان کی رہنمائی کے قرآن کا مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ صدہا روایات سے صحابہ کرام کا نبی ﷺ سے آیات قرآنیہ کے متعلق سوالات کرنا اور حضور ﷺ کا جوابات دینا ثابت ہے۔ [25]

اس کے برعکس تجدد پسند مفکرین، جیسے سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمن، صرف قرآن کو ماخذ دین مانتے ہیں اور حدیث کو یا تو ثانوی ماخذ سمجھتے ہیں یا محض تاریخی ریکارڈ۔ ان کے نزدیک حدیث کی حجیت مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے۔

سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

"قرآن ایک مکمل کتاب ہے اور اس کو سمجھنے کے لیے کسی اور ماخذ کی ضرورت نہیں۔ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو وہی قابل قبول ہے، ورنہ رد کر دی جائے گی۔ [26]

حدیث کی صحت و سند پر اعتماد

روایت پسند علماء نے حدیث کی صحت جانچنے کے لیے صدیوں پر محیط ایک مفصل اصولی نظام قائم کیا جس میں اسناد، رجال کی تحقیق، اور متن کی جانچ شامل ہے۔ یہ تمام اصول علمِ مصطلح الحدیث کا حصہ ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر علماء نے صحیح، حسن، ضعیف، موضوع وغیرہ کی درجہ بندی کی۔

جبکہ تجدد پسند مفکرین اس اصولی ڈھانچے کو یا تو ناقابل اعتماد سمجھتے ہیں یا محض انسانی کاوش قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کی تاریخی اسناد پر مکمل اعتماد ممکن نہیں۔

عقل اور جدید تقاضوں سے مطابقت

OPEN ACCESS

روایت پسند علماء کے نزدیک عقل کا مقام اپنی جگہ اہم ہے، لیکن وہ نصوص (قرآن و سنت) پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو وہ عقلاً بھی قابل قبول ہے، چاہے اس کا مفہوم مکمل طور پر عقل کی گرفت میں نہ آئے۔

تجدد پسند علماء اس کے برعکس عقل کو معیارِ قبولیت قرار دیتے ہیں۔ وہ ہر حدیث کو عقلی معیار پر پرکھتے ہیں، اور اگر وہ انہیں خلافِ عقل یا غیر سائنسی معلوم ہو تو رد کر دیتے ہیں۔

غلام احمد پرویز لکھتا ہیں

"حدیث کو دین کا مستقل ماخذ سمجھنا قرآن کی خود کفالت پر عدمِ اعتماد کے مترادف ہے۔"(27)

جدید دور میں جب مغربی فکری اثرات اور استشراقی شبہات کے باعث حدیث کی حجیت پر سوالات اٹھنے لگے، تو مسلم دنیا میں متعدد علمی تحریکات اور ممتاز محققین نے حدیث کے علمی دفاع اور احیائے سنت کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں نمایاں نام **شیخ محمد ناصر الدین الالبانی** (1914–1999) کا ہے، جنہوں نے ضعیف اور صحیح احادیث کی تمیز کے لیے ایک جامع علمی منہج متعارف کرایا۔ ان کی تصانیف سلسلة الأحاديث الصحيحة اور إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل جدید علمی دنیا میں حدیثی تحقیق کے معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

)الألباني، محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الصحيحة، الرياض: مكتبة المعارف، 1995، ج 1، ص 11)۔

اسی طرح **شیخ یوسف القرضاوی** (1926–2022) نے اپنی معروف تصنیف كيف نتعامل مع السنة النبوية میں واضح کیا کہ سنت کی فہم و تعبیر کو قرآن کے عمومی اصولوں کے تابع رکھتے ہوئے جدید معاشرتی حالات میں قابلِ اطلاق بنایا جا سکتا ہے، مگر اس کی شرعی حیثیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہ لکھتے ہیں:

"سنت تشریع کا لازمی حصہ ہے، اس کے بغیر قرآن کے کئی احکام غیر مؤثر ہو جائیں گے۔"[28]

شیخ محمد عوامہ)پیدائش 1940) نے اپنی کتاب أثر الحديث الشريف في اختلاف الأئمة الفقهاء میں وضاحت کی کہ ائمۂ فقہ کے مابین اختلاف دراصل حدیث فہمی کے تنوع کی وجہ سے تھا، نہ کہ حجیتِ حدیث کے انکار کی بنیاد پر۔ ان کے مطابق، تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ سنت دین کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔[29]

ان کے علاوہ ڈاکٹر **مصطفیٰ السباعی**، ڈاکٹر **عبدالکریم زیدان**، اور ڈاکٹر **نورالدین عتر** جیسے محققین نے اپنی تصانیف میں مغربی شبہات کے علمی رد کے ساتھ ساتھ سنت و حدیث کی علمی بنیادوں کو مضبوط دلائل سے واضح کیا۔ ان کی مشترکہ کاوشوں سے عصرِ حاضر میں حدیث کے علمی مطالعے کو ازسرِ نو مضبوط بنیاد فراہم ہوئی۔[30]

یہ تمام تحریکات اس بات کا مظہر ہیں کہ امتِ مسلمہ نے جدید فکری چیلنجز کے باوجود حدیث کی حجیت کا دفاع نہ صرف علمی بنیادوں پر کیا بلکہ جدید مناہجِ تحقیق کو بروئے کار لا کر سنت کے علمی وقار کو ازسرِ نو زندہ کیا۔

نتائج

یہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ امتِ مسلمہ کے علمی حلقوں میں حدیث کی حیثیت پر دو واضح مکاتبِ فکر موجود ہیں۔

روایت پسند علماء: حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا قطعی ماخذ شریعت تسلیم کرتے ہیں۔

تجدد پسند مفکرین: قرآن کو واحد اصل ماخذ مانتے ہوئے حدیث کو مشروط یا تاریخی حیثیت دیتے ہیں۔

روایت پسند علماء کا مؤقف علمی روایت، اجماعِ امت، اصولِ حدیث، فقہ، اور تفسیر کی سینکڑوں سالہ محنت پر مبنی ہے۔ یہ مؤقف امت کے دینی، قانونی اور اخلاقی ڈھانچے کو مستحکم بناتا ہے۔

تجدد پسندوں کی رائے جدید ذہن اور عقل کو تسکین تو دیتی ہے، لیکن وہ دین کے اجماعی ڈھانچے کو کمزور کرنے کا خطرہ رکھتی ہے۔ اس فکر سے دینی مصادر پر عدم اعتماد، انفرادیت پسندی اور متن کی تحلیل کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

اس تقابلی جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے احکام مجمل ہیں جن کی وضاحت اور عملی تعبیر حدیث و سنت کے بغیر ممکن نہیں، جیسے نماز کی رکعات، زکوٰۃ کے نصاب، حج کے مناسک وغیرہ۔

روایت پسند نقطۂ نظر سے سنتِ نبوی کو صرف سیرت کا بیانیہ نہ مانا جائے، بلکہ اس کی تشریعی و قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔ تجدد پسندوں کا یہ مؤقف کہ سنت صرف "اخلاقی مثال" ہے، امت کے علمی ورثے سے انحراف ہے۔

اگرچہ روایت پسند حدیث کو نقلی بنیاد پر حجت مانتے ہیں، لیکن ان کے دلائل میں عقلی پہلو بھی نمایاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبیؐ کا مقصد صرف قرآن پہنچانا نہیں بلکہ اس کی عملی تعلیم دینا بھی تھا، جو سنت کے بغیر ممکن نہیں۔

اس مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجدد پسند علماء میں باہمی اختلافات بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً سر سید، پرویز اور فضل الرحمن کے درمیان حدیث کی حیثیت کے باب میں کوئی متفقہ مؤقف موجود نہیں، جو خود اس فکر کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔

OPEN ACCESS

حدیث کی حجیت سے متعلق بحث کے نتائج محض نظری نہیں بلکہ فکری، تعلیمی اور تہذیبی سطح پر گہرے اثرات رکھتے ہیں۔ اگر سنتِ نبوی ﷺ کو شریعت کے لازمی ماخذ کے طور پر تسلیم کیا جائے تو امت کے اعتقادی، اخلاقی اور فقہی ڈھانچے میں وحدت اور تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اس سے نصوصِ شرعیہ کی تعبیر میں توازن پیدا ہوتا ہے، اور قرآن و سنت کی باہمی تکمیل کے ذریعے دین ایک جامع اور ہم آہنگ نظام کے طور پر سامنے آتا ہے۔

اس کے برعکس، اگر حدیث کی مطلق حجیت کو محدود یا منسوخ کر دیا جائے تو نہ صرف فقہی اصول کمزور پڑ جاتے ہیں بلکہ امت میں دینی انفرادیت اور فکری انتشار پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ خطرہ ہے جس کی طرف علامہ محمد اقبال نے اشارہ کیا تھا کہ "جب امت اپنے ماضی کے زندہ رشتوں سے کٹ جاتی ہے تو وہ روحانی اور فکری اعتبار سے بے بنیاد ہو جاتی ہے۔"[31]

مزید برآں، معاصر تعلیمی تناظر میں حدیث کی حجیت کو مضبوطی سے سمجھنا نئی نسل کو دین کی سائنسی و تحقیقی روح سے جوڑتا ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"سنت پر یقین کا مطلب جمود نہیں، بلکہ یہ شعور ہے کہ دین اپنی اصل میں متحرک اور قابلِ تطبیق حقیقت ہے۔"[32]

اسی تناظر میں، حدیثی علوم کا فروغ امت کے فکری استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔ اگر حدیث کا علم محض روایت کے طور پر نہیں بلکہ تحقیق، تنقید اور استدلال کے ساتھ پڑھایا جائے تو امت میں علمی احیاء (Intellectual Revival) کا عمل تیز ہو سکتا ہے۔

سفارشات

حدیث کی تعلیم کو دینی مدارس اور عصری جامعات میں متوازن انداز میں شامل کیا جائے۔

حدیث کی حجیت، اصولِ حدیث، تاریخ حدیث اور معاصر تنقیدات کو جامع انداز میں پڑھایا جائے تاکہ طلبہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں زاویوں سے آگاہ ہو کر متوازن رائے قائم کر سکیں۔

حدیث کی حجیت پر جدید اسلوب میں تحقیقی لٹریچر تیار کیا جائے۔

تجدد پسند فکر کے چیلنجز کو سمجھتے ہوئے روایت پسند علماء کو چاہیے کہ جدید زبان، استدلال اور منطقی انداز میں حدیث کی حجیت کے دلائل پر مبنی مواد تیار کریں، تاکہ نوجوان نسل کو علمی طور پر مطمئن کیا جا سکے۔

تاریخِ حدیث اور علمِ مصطلح کو عام فہم انداز میں فروغ دیا جائے۔

عام طبقے میں حدیث پر ہونے والے اعتراضات کے ازالے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حدیث کی تدوین، صحت کے اصول، اور سند و متن کے نظام کو سادہ انداز میں عوام تک پہنچایا جائے۔

موجودہ دور کے سائل ذہن کو سامنے رکھ کر فقہی و اصولی کتب کی نئی شرحیں لکھی جائیں۔

حدیث کی حجیت پر موجود پرانی کتب کو نئے اسلوب میں، نئے سوالات کے جوابات کے ساتھ پیش کیا جائے تاکہ جدید ذہن کو اطمینان حاصل ہو اور روایت کے ساتھ تعلق مضبوط ہو۔

بین المکاتبہ مکالمے کو فروغ دیا جائے۔

روایت پسند اور تجدد پسند اہلِ علم کے مابین سنجیدہ، علمی اور باادب مکالمہ قائم ہونا چاہیے تاکہ دونوں پہلوؤں کو سمجھ کر امت کو فکری وحدت کی طرف لایا جا سکے، بجائے اس کے کہ باہمی تکفیر یا تنقیص کی فضا قائم ہو۔

حدیث اور سنت کی حجیت پر عوامی آگاہی مہم شروع کی جائے۔

میڈیا، خطباتِ جمعہ، لیکچرز، اور سوشل میڈیا کے ذریعے عوام کو یہ باور کرایا جائے کہ نبی ﷺ کی سنت محض تاریخی قصے نہیں بلکہ شریعت کا باقاعدہ حصہ ہیں، اور ان کی اطاعت قرآن ہی کا تقاضا ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ کی حجیت پر یہ تقابلی مطالعہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اسلامی شریعت کی بقا اور فہم کے لیے سنت کا تسلیم کیا جانا ناگزیر ہے۔ روایت پسند مکتبِ فکر نے صدیوں تک علمی تحقیق، تنقیدِ رواۃ، اور اصولِ جرح و تعدیل کے ذریعے حدیث کی صحت کو محفوظ رکھنے کا بے مثال نظام قائم کیا، جو انسانی تاریخ میں علم کی سب سے مستند روایت قرار دی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس تجدد پسند مکتب نے اگرچہ عقل و اجتہاد کی ضرورت کو اجاگر کیا، مگر ان کے ہاں سنت سے علیحدگی نے فکری انتشار اور اصولی بے ربطی کو جنم دیا۔

قرآن اور سنت کا تعلق جداگانہ نہیں بلکہ تکمیلی (Complementary) ہے؛ قرآن شریعت کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور سنت اس بنیاد کی عملی تعبیر و تفصیل ہے۔ چنانچہ حدیث کو ثانوی یا غیر قطعی ماخذ قرار دینا دراصل شریعت کے ایک بنیادی ستون کو کمزور کرنا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"قرآن سنت کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا، اور سنت قرآن کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔"[33]

اسی طرح امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"سنت دین کی اساس ہے، جو اس سے منہ موڑتا ہے وہ ہدایت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔"[34]

OPEN ACCESS

یہ مقالہ اس نتیجے پر منتج ہوتا ہے کہ جدید دور میں حدیث کی حجیت کا دفاع صرف روایت پسندی نہیں بلکہ علمی ضرورت ہے۔ امتِ مسلمہ کو اس حقیقت کا شعور دلانا ہوگا کہ وحیِ غیر متلو کے بغیر قرآن کی تعبیر ممکن نہیں، اور جو دین نبی ﷺ کی سنت کے بغیر بیان کیا جائے وہ نامکمل اور ناقص رہتا ہے۔ چنانچہ عصرِ حاضر کے محققین پر لازم ہے کہ وہ روایت و تجدد کے درمیان ایک ایسا توازن پیدا کریں جس سے دین کی اصل روح محفوظ رہے اور جدید ذہن کو تسکین بھی حاصل ہو۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

الشافعی، محمد بن ادریس۔ الرسالہ، بیروت: دار الفکر، 2009، ص 78–79۔

الطحاوی، ابو جعفر۔ شرح معانی الآثار، بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔

البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، دمشق: دار ابن کثیر، 1987۔

مالک بن انس۔ الموطأ، تحقیق بشار عواد معروف، بیروت: دار الغرب الاسلامی، 2015، جلد 1، ص 56۔

محمد بن الحسن الشیبانی۔ الآثار، بیروت: دار ابن کثیر، 1986، جلد 1، ص 23۔

ابن القیم، محمد بن ابی بکر۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، جلد 1، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1994۔

الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ، جلد 4، بیروت: دار المعرفۃ، 1997۔

ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2000، ص 15۔

ابن حنبل، احمد بن۔ طبقات الحنابلہ، بیروت: دار صادر، 1996، جلد 1، ص 182۔

النووي، یحیی بن شرف۔ شرح صحیح مسلم، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1987، جلد 1، ص 131۔

ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ مجموع الفتاوی، ریاض: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف، 2004، جلد 19، ص 85۔

عثمانی، ظفر احمد۔ إعلاء السنن، کراچی: ادارۃ القرآن، 1993۔

کاندھلوی، محمد ادریس۔ حجیت حدیث، لاہور: مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، 1998۔

مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ سنت کی آئینی حیثیت، لاہور: ترجمان القرآن، 1963۔

سر سید احمد خان۔ تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، علی گڑھ: سائنٹفک سوسائٹی پریس، 1880، جلد 1، ص 32۔

پرویز، غلام احمد۔ مفہوم القرآن، لاہور: طلوعِ اسلام ٹرسٹ، 1961، جلد 1، ص 12۔

پرویز، غلام احمد۔ سلیم کے نام خط، لاہور: طلوعِ اسلام ٹرسٹ، 1959۔

السباعی، مصطفی۔ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، بیروت: المکتب الاسلامی، 1985، ص 42، 95۔

الألباني، محمد ناصر الدین۔ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، الریاض: مکتبۃ المعارف، 1995، جلد 1، ص 11۔

القرضاوي، یوسف۔ کیف نتعامل مع السنۃ النبویۃ، القاهرة: دار الشروق، 2000، ص 27۔

القرضاوي، یوسف۔ الصحوۃ الإسلامیۃ بین الجمود والتطرف، القاهرة: دار الشروق، 1994، ص 42۔

عوامۃ، محمد۔ أثر الحدیث الشریف في اختلاف الأئمۃ الفقهاء، بیروت: دار المنہاج، 2008، ص 61۔

غازی، محمود احمد۔ محاضراتِ حدیث، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2007، ص 54۔

اقبال، محمد۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1958، ص 111۔

البقاعی، برہان الدین۔ نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1992۔

Goldziher, Ignaz. Muslim Studies (Muhammedanische Studien), Vol. 2, London: George Allen & Unwin, 1971, p. 223.

Schacht, Joseph. The Origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford: Clarendon Press, 1950, p. 4.

Crone, Patricia. Hagarism: The Making of the Islamic World, Cambridge: Cambridge University Press, 1977.

Rahman, Fazlur. Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition, Chicago: University of Chicago Press, 1982.

CC BY

حوالہ جات

---

[1]ابن حجر، نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000، ص 15۔

[2] (Goldziher, Ignaz. *Muslim Studies (Muhammedanische Studien)*, Vol. 2, London: George Allen & Unwin, 1971, p. 223)

[3] (Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence*, Oxford: Clarendon Press, 1950, p. 4)۔

[4]السباعی، مصطفی .السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، بیروت: المکتب الاسلامی، 1985، ص 42)۔

[5]-مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، ص 23

[6]-القرآن، 4:69۔

[7]-القرآن، 36:15۔

[8]-مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، ص 24

[9]-القرآن، 12:40۔

[10]-القرآن، 4:80۔

[11]محمد بن الحسن الشیبانی، الآثار، بیروت: دار ابن کثیر، 1986، ج 1، ص 23)۔

[12]الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالہ، بیروت: دار الفکر، 2009، ص 78–79)۔

[13]احمد بن حنبل، طبقات الحنابلہ، بیروت: دار صادر، 1996، ج 1، ص 182)۔

[14]-امام شافعی، الرسالہ، مطبوعہ دار الفکر، 2001ء، صفحہ 53

[15]-محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، جلد اول، ص 5

[16]-ابو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار، دار الکتب العلمیہ، جلد 1، ص 12

[17]-احمد بن حسین البیہقی، المدخل، دار الکتب العلمیہ، ص 123

[18]-سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص 22

[19]سر سید احمد خان، تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، علی گڑھ: سائنٹفک سوسائٹی پریس، 1880، ج 1، ص 32)۔

[20]غلام احمد پرویز، مفہوم القرآن، لاہور: طلوعِ اسلام ٹرسٹ، 1961، ج 1، ص 12)۔

[21]غازی، محمود احمد، محاضراتِ حدیث، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2007، ص 54)۔

-غلام احمد پرویز، سلیم کے نام خط، ج 2، ص 38 [22]

[23]-القرآن، 4:80۔

[24]-القرآن، 8:41۔

[25]-عہد صحابہ کے تفسیری ماخذ میں قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے اولین ماخذ قرآن کریم خود اور نبی کریم ﷺ کی ہدایات و تعلیمات تھیں۔ ذہبی، التفسیر والمفسرون- ج 1: ص 37

[26]-سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، مطبوعہ مطبع مفید عام، جلد 1، ص 15

[27]-غلام احمد پرویز، معرکۂ حدیث، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، 1966ء، صفحہ 73

[28]القرضاوي، یوسف، کیف نتعامل مع السنۃ النبویۃ، القاهرة: دار الشروق، 2000، ص 27)۔

[29]عوامة، محمد، أثر الحدیث الشریف في اختلاف الأئمۃ الفقهاء، بیروت: دار المنهاج، 2008، ص 61)۔

([30]السباعی، مصطفی، السنّۃ ومکانتھا في التشریع الإسلامی، بیروت: المکتب الإسلامی، 1985، ص 95)۔

[31]اقبال، محمد، تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1958، ص 111)۔

[32]القرضاوي، یوسف، الصحوۃ الإسلامیۃ بین الجمود والتطرف، القاهرة: دار الشروق، 1994، ص 42)۔

[33]ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، ریاض: مجمع الملک فهد لطباعۃ المصحف، 2004، ج 19، ص 85)۔

[34]النووي، یحیی بن شرف، شرح صحیح مسلم، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1987، ج 1، ص 131)۔

OPEN ACCESS

cc BY